Fikr-o-Nasar (Islamabad) vol. 2:1 (1964)

افکار

[موقر ماہنامہ "فاران" کی اشاعت جون ۶۴ء میں "فکر و نظر" پر تبصرہ شائع ہوا تھا۔ ہم اسے شکریے کے ساتھ ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ آخر میں اس "تبصرے" کے بارے میں اپنی چند گذارشات پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ]

ماھنامہ "فکر و نظر" مجلس ادارت:۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، ڈاکٹر صغیر حسن معصومی، ڈاکٹر رفیق احمد، سید قدرت اللہ فاطمی (مدیر مسئول) خالد مسعود (نائب مدیر) سالانہ چندہ: چھ روپے، قیمت فی پرچہ: ساٹھ پیسے۔ ملنے کا پتہ:۔ پاکستان پبلشنگ ہاؤس پاکستان چوک، کراچی ۱

یہ مجلہ مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کا آرگن ہے، جس کے گیارہ شمارے اب تک منظر عام پر آ چکے ہیں یہ رسالہ وقت پر شائع ہوتا ہے اور صاحب فکر علماء اور بلند پایہ انشاپردازوں کا اسے تعاون حاصل ہے، اس میں اونچے درجہ کے علمی اور دینی مضامین آتے رہتے ہیں جو ذہن و فکر کو چونکا دیتے ہیں۔

اس اعتراف کے بعد عرض ہے کہ احادیث رسول ؐ، تعدد ازدواج، سود، قربانی، ضبط ولادت وغیرہ مسائل میں اس مجلہ کا نقطۂ نگاہ متجددانہ اور اس ادارہ کا رجحان اباحیت کی جانب ہے! وہ مسائل جو تیرہ سو سال کی مدت میں سلف صالحین اور جمہور علماء امت کے نزدیک متفق رہے ہیں، ان میں رائے زنی کر کے تشکیک و اضطراب پیدا کرنا اس رسالہ کا طرۂ امتیاز ہے۔

جہاں تک روایتوں اور علماء کی آراء کا تعلق ہے، ہر قسم کی روایتیں اور رائیں اسلام کے

لٹریچر میں ملتی ہیں مثلاً جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ اور عمل کیا تھا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے مگر ایک دو مفسرین نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے "ذبیح" ہونے کی بھی رائے دی ہے۔ تو جو شخص امت کے مسلّم عقیدہ کو مشکوک و مضطرب بنانے اور مسلمانوں کے ذہن و فکر میں انتشار پیدا کرنا چاہتے گا۔ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے "ذبیح" ہونے کی بحث کو اٹھائے گا اور کثرت آراء کے مقابلے میں شذوذ کو ترجیح دے گا! اسی طرح امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ کوئی عورت نبی اور رسول نہیں ہوئی مگر ایک وہ شخص جسے دین میں آزادی رائے اور تجدد و احداث کا شوق اور چسکا ہوگا وہ کسی گزشتہ عالم و امام کی اس لغزش کو شدومد کے ساتھ پیش کرے گا جس میں عورت کے نبی ہونے کے امکان کو تسلیم کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر ماہ مئی ۱۹۶۳ء کا "فکر و نظر" ہمارے سامنے ہے، اس میں مسئلہ قربانی پر ایک مضمون ہے، اس کا خاتمہ مندرجہ ذیل عبارت پر ہوتا ہے۔

"بے شک صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا مسلک برحق ہے لیکن حضرت بلال کا مسلک بہت ترقی پسندانہ ہے کہ قربانی کے لئے صرف مرغ کافی ہے اور قربانی کی بجائے اس کی قیمت سے کسی حاجت مند کی ضرورت پوری کر دی جائے تو اس سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔"

روایت اس مضمون میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے وہ اس لئے تحقیق طلب اور قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا یہ مسلک نہیں رہا کہ وہ حلال چوپایوں کی جگہ پرندوں کی قربانیاں دیا کرتے ہوں یا قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت کا صدقہ دینا کافی سمجھتے ہوں! اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی نسبت درست بھی ثابت ہو جائے تو اس روایت کے ساتھ امت کا سلوک حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت جیسا ہوگا جس میں وہ "معوذتین" کو قرآن کریم میں شامل نہیں سمجھتے تھے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ کے مقابلے میں حضرت بلال کے اس مسلک یا رائے کو "ترقی پسندانہ" سمجھنا، رسول اور جمہور صحابہ پر ایک طرح کا طنز ہے!

مجلّہ "فکر و نظر" کے اس شمارے میں عمر احمد عثمانی صاحب کا مقالہ "مسئلہ تعدد ازدواج" پر ہے، یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے غلام احمد پرویز کے مسلک ضلالت (انکار سنت) میں سالہا سال ان کی رفاقت

کی ہے بلکہ اس مسلک کو غذا اور تقویت پہونچائی ہے! اس مزاج و فکر اور ذہنیت کا شخص قرآن کی جو شرح و تفسیر کرے گا، اس میں "قرآن" کم اور تجدد و آزاد خیالی زیادہ ہوگی! سیدھی سادی بات یہ ہے کہ تعدد ازدواج کو کسی عالم نے فرض و واجب کا درجہ نہیں دیا ہاں! اُسے "اجازت" سمجھا ہے جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے! متجددین تعدد ازدواج کی اس اجازت کو ایک "فعل کریہہ و مبغوض" بلکہ "برائی" کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور اس قسم کے تمام مسائل میں ان کا رجحان مغربی مفکرین کے غلط افکار کی جانب ہوتا ہے۔

"تعدد ازدواج" ایک ایسی اجازت ہے کہ بعض حالات میں اس کے اخلاقی منافع بھی ہیں۔ اس سے زنا، بدکاری اور چوری چھپے کی آشنائی کا ازالہ ہوتا ہے اس "اجازت" کو جس نے "برائی" سمجھا اس نے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی غلط تعبیر کی۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اس مجلہ (فکر و نظر) کے مدیر اعلیٰ اور مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ڈائرکٹر ہیں، ان کے مضامین حدیث اور سود وغیرہ پر ہماری نگاہ سے گزرے ہیں ان میں تحقیقی انداز اور مطالعہ کی وسعت تو بیشک پائی جاتی ہے مگر ڈاکٹر صاحب موصوف کا نقطۂ نگاہ مستشرقین کے افکار سے بہت کچھ متاثر ہے!

اس دورِ تشکیک و الحاد اور عہدِ فسق و فجور میں تحقیق و تدقیق سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ وہ اہل ایمان جن کو اللہ تعالیٰ نے علمی صلاحیتیں دی ہیں اپنی صلاحیتوں کو اخلاق و پاکیزگی کی تعلیم اور یقین و ایمان کی تبلیغ میں صرف کریں! جن مسائل کے بارے میں جمہور امت متفق ہے ان پر تحقیق کا عمل جراحی کرنا اور غالب آراء کے مقابلے میں شاذ رائیں دلیل میں لا کر ذہن و فکر میں الجھنیں پیدا کرنا دین کی کوئی اچھی خدمت نہیں ہے۔

ہماری چند گزارشات

ہم محترم مدیر "فاران" کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری سال بھر کی کاوشوں کو لائق توجہ سمجھا اور ان پر تبصرہ شائع فرمایا۔ ہمارے دل میں جہاں ان کے اُن تعریفی کلمات کی قدر ہے جو انہوں نے اپنے تبصرہ کے پہلے پیراگراف میں تحریر فرمائے ہیں، وہاں ان کے اُن تعریضی جملوں کی بھی منزلت ہے جو انہوں نے

بعد کی سطروں میں پیش کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی سب سے اچھی دوستی یہ ہے کہ

روک دو گر برا کرے کوئی ٹوک دو گر خطا کرے کوئی

اسی جذبے کے تحت، محترم مدیر "فاران" کے اس تبصرہ سے جو چند خیالات ذہن میں آئے، وہ یہاں درج ہیں۔ مقصود "فاران" کے تبصرہ پر جوابی تبصرہ ہرگز نہیں ہے۔

پہلی بات جو ہمیں کھٹکی وہ یہ ہے کہ عام روش کے مطابق فاضل تبصرہ نگار نے بھی مَاقَالَ سے زیادہ مَنْ قَالَ پر توجہ فرمائی ہے۔ حالانکہ ہم ان جیسے سنجیدہ صاحب فکر سے یہ توقع رکھنے میں یقیناً حق بجانب تھے کہ وہ انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال (یہ دیکھو کہ کہا کیا گیا ہے۔ یہ نہ دیکھو کہ کہا کس نے ہے) کی دانائی پر کاربند ہوں گے۔ جناب مولانا عمر احمد عثمانی اور جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے مقالات کے بارے میں پہلے ہی سے یہ فرض کر لیا گیا کہ (علی الترتیب) "اس مزاج و فکر اور ذہنیت کا شخص قرآن کی جو شرح و تفسیر کرے گا اس میں قرآن کم اور تجدد خیالی زیادہ ہوگی" اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کا "نقطۂ نگاہ مستشرقین کے افکار سے بہت کچھ متاثر ہے"۔ اس قسم کے چلتے ہوئے اعتراضات کی جگہ اگر محترم مدیر "فاران" دقت نظر سے کام لیتے ہوئے ان کے مقالات کی غلطیوں پر متنبہ فرماتے تو کتنا اچھا ہوتا! مولانا عمر احمد عثمانی سے فاضل مدیر بطور خاص ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف نے ہماری عائلی زندگی کے چند اہم ترین مسائل پر جس قدر عالمانہ اور بصیرت افروز بحث کی ہے اور قرآن و سنت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے دلائل و شواہد کا جس قدر وافر ذخیرہ مہیا کیا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ بصورت اختلاف رائے، ان کے تمام دلائل کی نہ سہی، کم از کم ایک آدھ ہی دلیل کی خامی کی طرف توجہ دلائی جاتی۔ کسی ایک آیت، کسی ایک حدیث کے بارے میں یہ بتایا جاتا کہ مولانا نے اس سے غلط استشہاد کیا ہے۔ جن مسائل پر مولانا موصوف بحث فرما رہے ہیں اور جن دلائل کی روشنی میں وہ اپنے نتائج تک پہنچ رہے ہیں ہمیں یقین ہے کہ ان مسائل و دلائل کی اہمیت و عظمت کے اعتراف میں مکرم مدیر "فاران" کسی سے پیچھے نہیں، بلکہ سبقت لے جانے والوں میں سے ہیں۔ کاش کہ وہ مولانا عثمانی یا محترم پرویز صاحب کی شخصیتوں کو بیچ میں لائے بغیر ان پر توجہ مبذول فرماتے۔

رہی "مستشرقین کے افکار" کی بات، جن سے "بہت کچھ متاثر ہونے" کا "الزام" جناب

ڈاکٹر فضل الرحمن کے سر منڈھا گیا ہے۔ تو ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کے ایک مخصوص حلقے میں مستشرقین کا ہوا کیوں بنا لیا گیا ہے۔ مغرب کے وہ اہلِ علم جو غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحقیق و تصنیف میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں، ان سے درسِ عبرت حاصل کرتے ہوئے ہمیں اور ہمارے علماء کو تحقیق و تصنیف میں کم از کم اتنی ہی کاوش ضرور کرنی چاہیے تھی لیکن یہ تو بہت دُور کی بات ہے۔ ہم تو اب اُس ذوقِ تحقیق کو بھی ترس گئے ہیں جو اب سے صرف ایک دو پشت پہلے خود ہماری قوم میں سرسید علیہ الرحمۃ کی تحریک کی بدولت پیدا ہو چلا تھا۔ اُس زمانے میں نہ شبلی جیسے محقق کو نہ اقبال جیسے مفکر کو آرنلڈ اور براؤن جیسے مستشرق کے افکار سے متاثر ہونے پر ندامت تھی، بلکہ انہیں تو ان سے کسبِ فیض کرنے پر برملا فخر تھا لیکن افسوس کہ آج ہمارے بعض بہترین باصلاحیت افراد کا سارا زورِ قلم مستشرقین کو صلواتیں سنانے پر صرف ہو رہا ہے اور اسے خدمتِ اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔ معاشی اور معاشرتی ڈھانچے کی ناگزیر شکست و ریخت نے دینی اور اخلاقی اقدار کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ان حالات میں ضرورت تعمیری فکر کی تھی۔ ضرورت اپنے باقی ماندہ سرمایے کا جائزہ لینے کی تھی۔ ضرورت محاسبۂ نفس کی تھی۔ لیکن ہم محاسبۂ غیر میں مصروف ہیں۔ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے بلکہ اس "تلاش و تحقیق" کی زحمت اٹھائے بغیر ہی ان پر تبرا بھیجنے کو "دین کی اچھی خدمت" سمجھ رہے ہیں۔

ہمارے محترم مدیر "فاران" کو اس "دورِ تشکیک و الحاد اور عہدِ فسق و فجور" کی نزاکتوں اور اس کے خطرات کا شدید احساس ہے اور ان جیسے حساس اور بلند پایہ شاعر سے ہمیں توقع بھی اسی کی تھی لیکن ہم حیران ہیں کہ وہ تشکیک و الحاد اور فسق و فجور کا علاج یہ تجویز فرماتے ہیں کہ "تحقیق و تدقیق" سے دستبرداری اختیار کر لی جائے یعنی مرض کی شدت کے پیشِ نظر تشخیصِ مرض کے سلسلے میں تحقیق نہ کی جائے بلکہ جن امور پر جمہورِ امت کے اتفاق نے مرض کی یہ کیفیت پیدا کر دی ہے انہیں پر اصرار کیا جائے۔ یہ کیسی مسیحائی ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یہ کیسی دوستی ہے؟ (مدیر)

مقاماتِ فکر و نظر کون سمجھے
یہاں لوگ نقشِ قدم دیکھتے ہیں

Fikr-o-Nasar (Islamabad) vol. 2:1 (1964)

اخبار

جون ۱۹۶۴ء

اس ماہ مسلم اور غیر مسلم ممالک کے ممتاز دینی رہنما اور علماء ایک علمی مذاکرہ میں بون میں جمع ہوئے۔ اس اجتماع کی میزبانی وفاقی جمہوریۂ جرمنی کا شعبۂ اطلاعات کر رہا تھا۔ مسلم نمائندگان میں الجزائر کے مذہبی امور کے وزیر، تیونس کے مفتی اعظم، جامعہ ازہر کے صدر کلیہ شرعیہ اور ایک اور مصری نمائندے عراق سے معہد دراسات اسلامیہ کے شیخ، ملائیشیا سے تعلیمات دینی کے عمید اور پاکستان سے ڈاکٹر فضل الرحمن، عمید مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی شرکت کر رہے تھے۔

اس اجتماع کا ایک خوش آئند پہلو یہ تھا کہ اتنے مختلف ممالک سے اسلامی فکر و نظر کے عمائدین ایک جگہ جمع تھے ۔ اور وہ بھی مغربی جرمنی کی سرزمین میں ۔ مسلم نمائندگان کے بارے میں ایک قابل ذکر بات اور ہے کہ ثقافتی لحاظ سے اس قدر مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی وہ ایمان اور عربی زبان (جو سب بلا تکلف بول اور سمجھ رہے تھے) کے گہرے رشتوں میں وابستہ تھے۔

اس اجتماع میں جو جرمن عمائدین شرکت کر رہے تھے، عربی نہیں بول سکتے تھے لیکن اس مقصد کے لئے شام سے ایک عربی۔ جرمن ترجمان کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ ان عمائدین میں جرمنی کے امور خارجہ کے ایک عہدیدار بھی شامل تھے، جو اپنی انکساری اور تواضع کے باوصف اسلامی علوم کے ایک بہت بڑے عالم اور مغربی زبانوں کے علاوہ عربی، فارسی اور ترکی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔